© rasailojaraid.com

چند قواعد فقہیہ کی وضاحت

علامہ ابو العرفان محمد انور مگھالوی

(قسط نمبر ۱۰)

قاعدہ نمبر ۴۸:

"مَنْ تَيَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَكَّ فِي الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ حُمِلَ عَلَى الْقَلِيْلِ لِاَنَّهُ الْمُتَيَقَّنُ."

(جسے عمل کرنے کا یقین ہو اور اس کی مقدار کی قلت و کثرت میں شک ہو تو اسے قلیل مقدار پر محمول کیا جائے گا کیونکہ وہی مقدار یقینی ہے)۔

مثالیں:

۱۔ اگر دورانِ نماز کسی کو یہ شک لاحق ہو جائے کہ تین رکعتیں ادا ہو چکی ہیں یا چار۔ تو اس صورت میں اگر یہ شک نمازی کو پہلی بار لاحق ہوا تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی نماز نئے سرے سے ادا کرے اور اگر اس نوعیت کا شک اس سے قبل بھی کئی بار لاحق ہو چکا ہو تو پھر اس کے لئے مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

نمبر ۱: ظن غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اسے غالب گمان تین رکعتوں کی ادائیگی کا ہو تو وہ چوتھی رکعت ساتھ ادا کرے اور اگر غالب گمان چار رکعتوں کی ادائیگی کا ہو تو پھر تشہد کے ساتھ اپنی نماز مکمل کرلے۔

نمبر ۲: اقل مقدار پر عمل ہوگا یعنی اگر نمازی کا ظن غالب نہ ہو بلکہ ظن کی دونوں طرفیں مساوی ہوں تو پھر اقل مقدار پر عمل کیا جائے گا کیونکہ ان کی ادائیگی کا یقین ہے۔ لیکن ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو مشکوک رکعتوں کے بعد ان میں سے ہر ایک کو آخری رکعت گمان کرتے ہوئے قعدہ کرے اور آخر میں سجدہ سہو کے ساتھ اپنی نماز مکمل کرے تاکہ آخری قعدہ کی ادائیگی اپنے محل میں ہو سکے۔

(فقہ المعاملات کا مطالعہ کرنا، فقہی معاملات پر غور کرنا اور فقہ المعاملات پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمبر۴: اگر کسی کو طلاق کی مقدار میں شک لاحق ہو جائے کہ ایک طلاق دی ہے یا ایک سے زائد تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاق ہی واقع ہوگی بشرطیکہ اسے ایک سے زیادہ طلاقوں کا نہ تو یقین ہو اور نہ ہی ظن غالب ہو۔

قاعدہ نمبر ۴۹:

"اَلْخَطأُ فِيمَا لا يُشْتَرِطُ التَّعْيِيْنُ لَهُ لا يَضُرُّ"

(کسی عمل میں جس شے کی تعیین شرط نہ ہو اس میں خطا ہو جانا اس عمل کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتا)۔

مثالیں:

۱۔ نماز کی جگہ، وقت اور رکعتوں کی تعداد کا تعین کرنا۔ یعنی اگر ظہر کی نماز کی نیت کرتے وقت خطاءً تین یا پانچ رکعتوں کی نیت کر لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی بشرطیکہ ادا چار رکعتیں کی ہوں کیونکہ رکعتوں کی تعین ایسی شرط نہیں ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہ ہو سکتی ہو اس لئے یہ خطا عمل نماز کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ "بنایہ" میں ہے:

"نِيَّةُ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ وَالسَّجَدَاتِ لَيْسَ بِشَرْطٍ وَلَوْ نَوىٰ الظُّهْرَ ثَلاَثًا اَوْ خَمْسًا صَحَّتْ وَتَلْغُوْ نِيَّةُ التَّعْيِيْنِ"

(رکعتوں اور سجدوں کی تعداد کی نیت کرنا شرط نہیں ہے اور اگر ظہر کی نماز میں کسی نے تین یا پانچ رکعتوں کی نیت کی تو نماز صحیح ہوگی اور تعیین کی نیت لغو ہو جائے گی)۔

اسی طرح اگر کسی سے وقت کی تعیین میں خطا ہوئی تو وہ اس کی نماز کے لئے نقصان کا سبب نہیں بنے گی۔ مثلاً کسی نے اس گمان کے ساتھ ادا نماز کی نیت کی کہ ابھی نماز کا وقت باقی ہے حالانکہ فی الحقیقت نماز کا وقت خارج ہو چکا تھا یا اس کے برعکس وقت نکل جانے کے گمان کے ساتھ کسی نے قضا نماز کی نیت کی حالانکہ ابھی نماز کا وقت باقی تھا تو دونوں صورتوں میں نماز صحیح ہوگی اور خطا اس کی نماز کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"لَوْ نَوَی الْاَدَاءَ عَلٰی ظَنِّ بَقَاءِ الْوَقْتِ فَتَبَیَّنَ خُرُوْجُهٗ اَجْزَاءَ وَ کَذَا عَکْسُهٗ"

(اگر وقت کے باقی ہونے کے گمان کے ساتھ کسی نے ادا نماز کی نیت کی پھر اسے وقت کے خارج ہونے کا علم ہوا تو اس کی نماز جائز ہوگی اور اس کے عکس کا حکم بھی یہی ہے)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"اِذَا عَیَّنَ الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ یُؤَدِّیْهَا صَحَّ نَوَی الْاَدَاءَ اَوِ الْقَضَاءَ"

(جب نمازی نے اس نماز کی تعیین کر دی جسے وہ ادا کر رہا ہے تو نماز صحیح ہوگی چاہے اس نے ادا نماز کی نیت کی یا قضا کی)۔

فخر الاسلام اور دیگر محققین ادا اور قضاء کی بحث کے تحت فرماتے ہیں:

"اِنَّ اَحَدَهُمَا یُسْتَعْمَلُ مَکَانَ الْاٰخَرِ حَتّٰی یَجُوْزَ الْاَدَاءُ بِنِیَّةِ الْقَضَاءِ وَ بِالْعَکْسِ"۔

(بے شک ادا اور قضاء میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ادا نماز قضاء کی نیت سے اور قضاء ادا کی نیت سے صحیح ہوتی ہے)۔

۲۔ اگر شہادت دیتے وقت شاہد سے کسی خاص چیز کے بیان میں خطا ہو جائے تو وہ اس کی شہادت کیلئے نقصان دہ نہیں ہوتی۔ مثلاً شاہدین نے قاضی کے سوال پر جانور کا ایک رنگ ذکر کیا اور پھر شہادت دیتے ہوئے خطاءً اس کی بجائے دوسرا رنگ کہہ دیا تو پھر بھی ان کی شہادت قبول ہو جائے گی ایسی خطاء شہادت کو رد کرنے کا سبب نہیں بن سکتی جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"لَوْ سَاَلَهُمُ الْقَاضِیْ عَنْ لَوْنِ الدَّابَّةِ فَذَکَرُوْا لَوْنًا ثُمَّ شَهِدُوْا عِنْدَ الدَّعْوٰی وَذَکَرُوْا لَوْنًا اٰخَرَ تُقْبَلُ لِاَنَّ التَّنَاقُضَ فِیْمَا لَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ لَا یَضُرُّ"

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاعدہ نمبر ۵۰:

"اَلْاَصْلُ فِی الْکَلَامِ الْحَقِیْقَۃُ"

(بنیادی طور پر کلام میں حقیقی معنی مراد لیا جاتا ہے)۔

یعنی اگر کلام میں ایسا لفظ موجود ہو جس سے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہوں تو اولاً اس سے حقیقی معنی مراد لیا جائے گا اور اگر حقیقی معنی متعذر ہو تو پھر اسے مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

مثالیں:

۱۔ اگر کسی نے کہا: "وَقَفْتُ هٰذَا الْمَكَانَ لِوَلَدِ فُلَانٍ" (میں نے یہ مکان فلاں کے بچے کے لئے وقف کیا)۔ تو اس کا اطلاق فلاں کے حقیقی بچے پر ہوگا اس کا پوتا اس میں داخل نہیں ہوگا ہاں اگر اس کا حقیقی بیٹا موجود نہ ہو تو پھر اس وقف کا اطلاق مجازی طور پر اس کے پوتے پر ہوگا کیونکہ لفظ ولد کا حقیقی اطلاق صرف سگے بچے پر ہوتا ہے۔

۲۔ اگر کسی نے یہ قسم اٹھائی: "وَاللّٰهِ لَا یَشْتَرِیْ وَلَا یَبِیْعُ شَیْئًا" (قسم بخدا وہ نہ کوئی چیز خریدے گا اور نہ فروخت کرے گا)۔ تو اس قسم کا اطلاق صرف اس کی اپنی ذات پر ہوگا لہٰذا اگر اس کے بعد اس نے بلاواسطہ خرید وفروخت کی تو وہ حانث ہوگا اور اس پر کفارہ قسم بھی لازم ہوگا۔ اور اگر بواسطہ وکیل خرید وفروخت کی تو وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ اس کی قسم کا اطلاق اس کی اپنی ذات پر حقیقت ہے اور وکیل پر مجاز ہے۔

۳۔ کسی نے کہا: "هٰذِهِ الدَّارُ لِزَیْدٍ" (یہ گھر زید کی ملکیت ہے)۔ اس قول کے ساتھ قائل نے یہ اقرار کیا ہے کہ گھر زید کی ملکیت ہے اگر بعد میں اس نے یہ دعویٰ بھی کیا "اِنَّهَا مَسْكَنُهٗ" (کہ یہ اس کی رہائش گاہ ہے) تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں ہوگا کیونکہ مذکورہ قول کا پہلا معنی حقیقت ہے اور دوسرا مجاز ہے۔

۴۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی: "وَاللّٰهِ لَا یَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ الشَّاةِ" (قسم بخدا وہ یہ بکری نہیں کھائے گا) تو اس کا اطلاق اس بکری کے گوشت پر ہوگا اگر اس نے وہ کھایا تو حانث ہو جائے گا اور اس کے ذمہ کفارہ کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر اس نے بکری کا صرف دودھ استعمال کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

☆☆ گستاخ رسول کو سر کا خطاب قابل مذمت ☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اگر یہ قسم کھائی "وَاللّٰهِ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ الْحِنْطَةِ" (قسم بخدا وہ اس گندم سے نہیں کھائے گا) تو اس کا اطلاق گندم کے دانوں پر ہوگا اور ان کے کھانے سے وہ حانث ہو جائے گا اور اگر گندم کی روٹی وغیرہ کھائی تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۱۵:

"اَلشَّكُّ فِي الشَّرْطِ يُوْجِبُ الشَّكَّ فِي الْمَشْرُوْطِ"

(شرط میں شک کا واقع ہونا مشروط میں شک ہونے کو ثابت کرتا ہے)۔

مثالیں:

۱۔ ناپاک بدن اور نجس کپڑے کو پاک کرنے کے لئے پاک پانی سے دھونا شرط ہے اگر دھونے کے بعد معلوم ہو کہ پانی کی طہارت مشکوک ہے تو اس سے بدن اور کپڑے کی طہارت بھی مشکوک ہو جائے گی لہٰذا فیصلہ ظن غالب کے مطابق ہوگا اگر غالب گمان پانی کے پلید ہونے کا ہو تو بدن اور کپڑے بھی پلید ہوں گے اور پھر طیب و طاہر پانی سے غسل اور دھونے کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا اور اگر غالب گمان پانی کے پاک ہونے کا ہو تو پھر بدن اور کپڑے بھی پاک ہوں گے اور دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۲۔ نماز کے صحیح ہونے کے لئے وضو شرط ہے۔ اگر نماز کے دوران یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے بارے شک لاحق ہو جائے تو اس سے اس کی نماز کی صحت بھی مشکوک ہو جائے گی اور حکم غالب گمان کے مطابق ہوگا اگر ظن غالب وضو برقرار ہونے کا ہو تو نماز درست ہوگی اور اگر غالب گمان وضو نہ ہونے کا ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی اور نئے وضو کے ساتھ نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

۳۔ نماز کی حالت میں قبلہ کی سمت منہ ہونا شرط ہے۔ اگر دوران نماز قبلہ کی سمت مشکوک ہو جائے یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ کی سمت منہ نہ ہونے کا شک لاحق ہو جائے تو اس سے نماز کی صحت بھی مشکوک ہو جائے گی، لہٰذا حکم ظن غالب کے مطابق ہی ہوگا اگر اپنی نماز کے دوران شک لاحق ہونے کے بعد اپنے غالب گمان کے مطابق قبلہ کی سمت رخ پھیر لیا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر شک لاحق ہونے کے باوجود ظن غالب پر عمل نہ کیا اور نہ ہی سمت

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے صحیح ہونے کا یقین حاصل ہوا تو اس صورت میں نماز درست نہیں ہوگی۔ لہٰذا قبلہ کی سمت کا یقین کرنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد سمت صحیح نہ ہونے کا شک تو لاحق ہوا مگر وہاں کوئی محراب یا مخبر وغیرہ نہ ہو تو پھر بھی عمل ظن غالب کے مطابق ہوگا، اگر غالب گمان سمت صحیح ہونے کا ہو تو نماز درست ہوگی اور اگر غالب گمان سمت صحیح نہ ہونے کا ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۵۲:

"تَصَرُّفُ الْإِمَامِ فِيْ شُؤُنِ الرَّعِيَّةِ مَنُوطٌ بِالْمَصْلِحَةِ"

(رعایا کے معاملات میں امام کا تصرف مصلحت کے سبب ہوتا ہے)۔

رعیت سے مراد وہ عوام الناس ہیں جو کسی والی کی ولایت میں زندگی گزار رہے ہوں اور امام سے مراد وہ حاکم یا سلطان ہے جسے اپنی حدود سلطنت میں احکام نافذ کرنے کا اختیار اور قدرت حاصل ہوتی ہے۔ والی کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا استعمال اور رعایا کے امور اس طرح سرانجام دے کہ ان کے منافع اور مصالح موجود اور برقرار رہیں، رعایا کے لئے ان کی بنیادی ضروریات مہیا کرنا ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرنا اور بنیادی انسانی اور اسلامی حقوق کی پاسداری کرنا امام وقت کا طرہ امتیاز ہونا چاہئے۔ امام وقت کو اپنی رعایا کی خوشحالی اور فلاح و بہبود اور اپنے وطن کی روز افزوں ترقی کے لئے جن عوامل کی جانب خصوصی توجہ دینی چاہئے علامہ ماوردی اور ابویعلی نے ان کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے۔

(۱) حفاظت دین، دفاع دین اور تعلیم دین۔ (۲) شرعی قوانین کا نفاذ اور عدل و انصاف کا قیام۔ (۳) مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت اور امن و امان کا قیام۔ (۴) شرعی سزاؤں کا نفاذ اور مجرموں کی سرکوبی۔ (۵) فوج اور اسلحہ کا انتظام کرنا اور دارالاسلام کا دفاع کرنا۔ (۶) کفار محاربین کے خلاف قتال و جہاد کا انتظام کرنا۔ (۷) سرکاری خزانے کی حفاظت اور اسلام کے مالی نظام کا قیام۔ (۸) قومی خزانے پر امانت دار ماہرین کا تقرر کرنا۔ (۹) تنخواہوں کا منصفانہ نظام قائم کرنا اور ان کی بروقت ادائیگی کرنا۔ (۱۰) عوام کی حالت سے براہِ راست باخبر رہنا۔

(اسلامی سیاست، ص ۳۴۶، بحوالہ الاحکام للماوردی، ص ۱۶۔ ۱۵، الاحکام لابی یعلیٰ، ص ۲۸۔ ۲۷)

☆ الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہوگا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاوہ ازیں امام وقت کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی احسن انداز میں ادا کرنے کے لئے کلیدی آسامیوں پر بالخصوص ایسے افراد کا تقرر کرے جو اپنے فرائض کی ادائیگی کی اہلیت رکھنے کے ساتھ ساتھ حب الوطنی اور خدمت عوام کے جذبہ سے سرشار ہوں، صرف ذاتی تعلقات اور پسند کی بناء پر ایسے افراد کا تقرر نہ کرے جو اپنا فریضہ نبھانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں یا جذبہ حب الوطنی سے عاری ہوں۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ وُلِّیَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَوَلّٰی رَجُلاً وَّهُوَ یَجِدُ مَنْ هُوَ اَصْلَحُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ."

(جسے مسلمانوں کے امور کا والی بنایا گیا پھر اس نے ایسے آدمی کو والی مقرر کیا جس کی نسبت مسلمانوں کو زیادہ نفع دینے والا وہ پاتا تھا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی)۔

امام وقت کے لئے ایسی چیزوں کو رواج دینا اور عام کرنا قطعاً جائز نہیں جو شرعاً ممنوع ہوں یا جو عوام الناس کے لئے نقصان دہ ہوں۔

امامت کی شرائط:

علامہ ابن خلدون نے امامت کی چار شرائط بیان کی ہیں۔

(۱) علم:

امام کے لئے بنیادی طور پر احکام شرعیہ اور ان علوم سے واقف ہونا ضروری ہے جن کی اسے امور سلطنت سرانجام دینے کے لئے ضرورت ہو۔ کیونکہ جب تک وہ خود عالم نہیں ہوگا، احکام شرعیہ کا نفاذ نہیں کر سکے گا۔ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ احکام کا بنیادی علم تو بہرحال ضروری ہے جبکہ تفصیلات کے لئے محققین علماء کی کونسل بنا کر اس کی جانب رجوع کر سکتا ہے۔

(۲) عدالت:

حاکم وقت کا عادل ہونا ازحد ضروری ہے کیونکہ یہ ان تمام منصبوں کی نگرانی کرتا ہے جن میں عدالت شرط ہے۔ اس لئے منصب امامت میں عدالت کا ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے، فاسق و فاجر انسان کو سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

© rasailojaraid.com

(٣) کفایت:

کفایت سے مراد یہ ہے کہ امام شرعی حدود قائم کرنے اور جنگ و جہاد میں شریک ہونے میں بے دھڑک اور جری ہو اور ان کے حالات سمجھنے میں تیز نظر ہو۔ رعایا کو پوری ذمہ داری سے حدود شرعیہ کی پابندی اور جہاد میں شریک ہونے پر آمادہ کر سکتا ہو۔ عصبیت سے خوب واقف ہو اور سیاست سے پوری طرح آشنا ہو تا کہ دین کی حفاظت، دشمنوں سے جہاد، آحکام دینی کا اجراء اور ملکی مصالح کی جو ذمہ داریاں اسے سونپی گئی ہیں ان سے احسن انداز میں عہدہ برا ہو سکے۔

سلامتی حواس و اعضاء:

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان وقت کے تمام اعضائے جسمانی اور قوائے ذہنی مکمل طور پر صحیح و سلامت ہوں مثلاً وہ مجنوں نہ ہو، اندھا، بہرہ اور گونگا نہ ہو۔ علاوہ ازیں ہاتھ پاؤں بھی سلامت ہوں۔

مذکورہ شرائط کے علاوہ مسلمان ہونا، مرد ہونا اور آزاد ہونا بھی امامت کی شرائط میں داخل ہیں۔

تنبیہ:

اگر سلطان وقت اپنے فرائض منصبی پوری دیانتداری سے ادا کر رہا ہو اور ملکی وسائل مکمل غیر جانبداری سے عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی ترقی کے لئے استعمال کر رہا ہو تو پھر رعایا پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت کریں اور کاروبار سلطنت چلانے میں اس سے تعاون کریں تا کہ وہ تمام خطرات و خدشات سے بے نیاز ہو کر اپنی عوام اور ملک کو خوشحالی کی راہ پر گامزن کر سکے۔

مگر اس کے برعکس جس نے اپنے فرائض منصبی ادا نہ کئے اور عوام کے حقوق پامال کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اپنے وطن کی ترقی کے لئے مخلصانہ جدوجہد نہ کی ایسے حاکم وقت کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ وُلِّیَ مِنْ اُمُوْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا ثُمَّ لَمْ یَجْتَهِدْلَهُمْ وَلَمْ یَنْصَحْ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ"

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز تک نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(جس کو میری امت کے معاملات میں سے کسی شئے کا والی بنایا گیا اور پھر اس نے محنت اور کوشش نہ کی اور اس کے لئے مخلص نہ ہوا تو اس پر جنت حرام ہے)۔

قاعدہ نمبر ۵۳:

"اِشَارَةُ الْاَخْرَسِ الْمَعْهُوْدَةُ كَالْبَيَانِ بِاللِّسَانِ"

(گونگے کا اشارہ معہودہ زبان کے بیان کی مثل ہے)۔

چونکہ گونگا گفتگو سے معذور ہوتا ہے اس لئے اس کے معاشرتی حقوق کی پاسداری اور نگہداشت کے لئے اس کے اشارہ معہودہ (وہ اشارہ جو اس نے کسی عمل یا بیان کے لئے مختص کر رکھا ہو) کو وہی درجہ دیا گیا ہے جو زبان سے بیان کو حاصل ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ قاضی بذات خود اشارات سے واقف ہو بصورت دیگر قاضی کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے اشارات کی وضاحت اور ترجمانی کے لئے اس کے اہل خانہ، دوست احباب یا پڑوسیوں میں سے ایسے شخص کو اپنے پاس بلائے جو گونگے کے اشارات سمجھنے کی مکمل طور پر صلاحیت رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عادل اور صادق القول بھی ہو۔ گونگا اگرچہ لکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر اس کے باوجود اس کا اشارہ معتبر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں (کتابت اور اشارہ) حجت ضروریہ ہیں۔ (ردالمحتار)

نوٹ:

وصیت، اقرار، بیع وشراء اور طلاق وغیرہ تمام احکام میں گونگے کا اشارہ زبان کے قول کی طرح معتبر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ پیدائشی طور پر اخرس گونگا ہو یا بعد میں اسے عذر لاحق ہوا اور بالدوام باقی رہا جیسا کہ کنزالدقائق کے حاشیہ میں موجود ہے:

"وَاَخْرَسُ بِاِشَارَتِهٖ اَیْ یَقَعُ طَلَاقُهٗ بِاِشَارَتِهٖ وَكَذَا جَمِیْعُ تَصَرُّفَاتِهٖ كَاِعْتَاقِهٖ وَبَیْعِهٖ وَشِرَائِهٖ وَغَیْرِهَا وَهٰذَا اِذَا وُلِدَ اَخْرَسُ اَوْ طَرَءَ عَلَیْهِ وَدَامَ اِلَی الْمَوْتِ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی" (کنزالدقائق، ص ۱۱۵)

مگر اس کے برعکس اخرس کا اشارہ حدود اور شہادت میں معتبر نہیں ہوتا اس لئے کہ حدود

کیا آپ کو معلوم ہے کہ ☆ قانون شریعت کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور اشارہ قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا اور لفظ شہادت کہنے پر وہ قادر ہی نہیں ہوتا جبکہ شہادت کے وقت یہ قول لازم ہوتا ہے۔

اگر کسی کی زبان میں لکنت کا عارضہ لاحق ہو جائے جس کے سبب وہ الفاظ کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہو تو اس کا اشارہ معتبر نہیں ہوگا ہاں اگر اس کی لکنت اتنی بڑھ جائے کہ وہ کلام پر قادر ہی نہ رہے تو پھر اس کا اشارہ بھی معتبر سمجھا جائے گا۔ مگر اس کی مدت میں ائمہ کرام کے مابین اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی لکنت تادم واپسیں باقی رہے جبکہ اس کے برعکس تمرتاشی نے ایک سال کی مدت کا قول کیا ہے یعنی اگر ایک سال تک اس کی لکنت برقرار رہی تو اس کا اشارہ معتبر تسلیم کیا جائے گا یہی اصح قول ہے۔ (ردالمحتار، طحطاوی)

قارئین ومقالہ نگار حضرات سے گزارش

بعض احباب ہمیں، اخلاقیات، فضائل ومناقب اور اعراس بزرگان دین کی مناسبت سے مضامین، اشتہارات اور بعض مقامات وشخصیات سے جذباتی وابستگی کی مظہر تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔ جبکہ اس مجلّہ کا موضوع فقہ المعاملات ہے۔ لہذا براہ کرم ہمیں فقہ المعاملات سے متعلق مواد ہی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔

۲۔ مجلّہ فقہ اسلامی عوامی پرچہ نہیں بلکہ فقہ المعاملات سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ واہل علم کا ایک علمی وتحقیقی مجلّہ ہے اس کے اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے معیاری مقالات کی ترسیل کی صورت میں آپ کی معاونت ہمارے لئے باعث افتخار ہوگی۔

(مجلس ادارت)

© rasailojaraid.com